مولانا محمد رحیم دھلوی

انقلابی مولوی

پیدائش مولانا عبیداللہ ۱۲ محرم الحرام ۱۲۸۹ھ مطابق یکم مارچ ۱۸۷۲ء بشب جمعہ قبل صبح ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں چیانوالی میں پیدا ہوئے مولانا کے والد کا نام رام سنگھ، دادا کا نام جسپت رائے اور پردادا کا نام گلاب رائے تھا۔ اور یہ سکھ حکومت کے دور میں اپنے گاؤں کے کاردار تھے۔ مولانا کی ہمشیرہ کا نام جیونی تھا آپ کے خاندان کا اصل پیشہ زرگری ہے۔ لیکن مدت سے ایک حصہ سرکاری ملازمت میں شامل ہوگیا اور بعض حضرات ساہوکارہ کرتے تھے۔

آپ کے والد آپ کی پیدائش سے چار مہینہ پہلے فوت ہو چکے تھے دو سال بعد دادا بھی مر گئے۔ بالآخر آپ کی والدہ آپ کو لے کر اپنے میکہ چلی آئیں یہ ایک خالص سکھ خاندان تھا اور آپ کے نانا کی ترغیب سے آپ کے والد بھی سکھ ہو گئے تھے۔

آغازِ تعلیم جب آپ کے نانا کا بھی انتقال ہو گیا تو اپنے دونوں ماموؤں کے پاس چلے گئے۔ جو جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان میں پٹواری تھے ۱۸۷۸ء میں دہیں جام پور کے اردو مڈل اسکول میں آپ کی تعلیم شروع ہوئی۔

ظلمت میں نور ۱۸۸۴ء میں اسکول کے ایک آریہ سماجی لڑکے کے پاس آپ نے کتاب "تحفۃ الہند" دیکھی اور آپ مسلسل اس کے مطالعہ میں مصروف

رہے اور اسلام کی صداقت پر یقین بڑھتا رہا۔

توحید کا جادو

قریب ہی کوٹلہ مغلاں تھا۔ جہاں پرائمری اسکول کے چند ہندو دوستوں سے جو خود بھی تحفۃ الہند کے گرویدہ تھے آپ کو مولانا محمد اسمٰعیل شہید کی کتاب تقویۃ الایمان ملی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے توحید و شرک کے سمجھنے میں بڑی مدد ملی اس کے بعد مولوی محمد صاحب لکھوی کی کتاب احوال الآخرۃ پنجابی مل گئی اور آپ نے نماز سیکھ لی۔

پہلی قربانی

۱۸۸۷ء میں جب کہ آپ مڈل کی تیسری جماعت میں پڑھتے تھے آپ نے اظہار اسلام کے لئے گھر چھوڑ دیا اور تحفۃ الہند کے مصنف کے نام پر آپ نے اپنا نام عبیداللہ خود تجویز کیا۔

پہلے آپ کا ارادہ یہ تھا کہ اگلے سال جب کسی ہائی اسکول میں جاؤں گا تب اظہار اسلام کروں گا لیکن کتاب احوال الآخرۃ کے بار بار مطالعہ اور تحفۃ الہند کے اس حصہ کا مطالعہ جس میں نومسلموں کے حالات لکھے ہیں۔ جلد اظہار اسلام کا باعث ہوا۔

تعاقب

۵، اگست ۱۸۸۷ء کو اظہار اسلام کی خاطر جب آپ نے گھر چھوڑا تو کوٹلہ مغلاں کے ایک رفیق عبدالقادر آپ کے ہمراہ تھے۔ یہ دونوں حضرات عربی مدرسہ کے ایک طالبعلم کے ساتھ کوٹلہ رحم شاہ ضلع مظفر گڑھ میں پہنچے۔ لیکن چند روز بعد کے عزیز و اقارب آپ کا تعاقب کرنے لگے تو آپ سندھ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں عربی صرف کی کتابیں آپ نے اس طالبعلم سے پڑھنی شروع کر دی تھیں۔

سندھ سے محبت کی وجہ

سندھ میں آپ حضرت حافظ محمد صدیق صاحب (بھرچونڈی) والی کی خدمت میں پہنچ گئے۔ جو مذہبی دنیا میں بے حد شہرہ آفاق تھے اور اپنے وقت کے جنید اور سید العارفین تھے۔ چند آپ حضرات موصوف کی صحبت میں رہے۔ اسی صحبت کے سبب اسلامی معاشرت اس طرح آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی جس طرح ایک پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے۔

حضرت موصوف نے ایک روز لوگوں کے مجمع میں مولانا کے متعلق فرمایا کہ عبیداللہ نے اللہ کے لئے ہم کو اپنا ماں باپ بنالیا ہے۔

مولانا کے دل پر اس کلمہ کی بہت تاثیر ہوئی۔ آپ حضرت موصوف کو اپنا دینی باپ سمجھتے تھے اور محض اسی سبب سے سندھ کو مستقل وطن بنایا آپ نے قادری راشدی طریقہ سے حضرت موصوف سے بیعت بھی کر لی تھی۔ تین چار ماہ بعد جب آپ حصول تعلیم کے لئے وہاں سے رخصت ہوئے تو حضرت نے دعاء فرمائی کہ خدا کرے عبیداللہ کا کسی راسخ عالم سے پالا پڑے۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ نے اپنے فضل سے مولانا کو حضرت شیخ الہند کی خدمت میں پہنچا دیا۔

ثابت قدمی

پھر بھونڈی سے رخصت ہو کر اس طالب علم کے ساتھ بہاولپور کی دیہاتی مساجد میں آپ عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھتے رہے۔ اسی دوران میں آپ دین پور پہنچے۔ جہاں سید العارفین کے خلیفہ اول مولانا ابوالسراج غلام محمد صاحب رہتے تھے۔ آپ نے ہدایۃ النحو تک کتابیں وہیں مولوی عبدالقادر صاحب سے پڑھیں، حضرت خلیفہ صاحب نے آپ کی والدہ کو خط لکھوایا۔ وہ آئیں اور واپس لے جانے کے لئے بہت زور لگایا لیکن آپ ثابت قدم رہے۔

ورود دیوبند

دین پور متصل خان پور سے شوال ۱۳۰۵ھ میں آپ کوٹلہ رحم شاہ چلے گئے اور مولوی خدا بخش صاحب سے کافیہ پڑھا۔ وہیں ایک نووارد طالب علم سے ہندوستانی مدارس عربیہ کے حالات معلوم ہوئے اور آپ اسٹیشن مظفر گڑھ سے ریل میں سوار ہو کر سیدھے دیوبند پہنچے۔

صفر ۱۳۰۶ھ میں آپ دارالعلوم میں داخل ہوئے۔ تقریباً پانچ مہینہ میں متفرق اساتذہ سے قطبی تک منطق کے رسائل اور مولانا حکیم محمد حسن صاحب سے شرح جامی پڑھی۔

حکمت و منطق کی کتابیں جلد سے جلد ختم کرنے کے لئے مولانا چند ماہ کے لئے مولانا احمد حسن صاحب کانپوری کے مدرسہ میں چلے گئے اور پھر چند ماہ مدرسہ عالیہ رام پور میں رہ کر مولوی ناظر الدین صاحب سے کتابیں پڑھیں، اور صفر ۱۳۰۷ھ میں پھر دیوبند واپس تشریف لے آئے

شاہ عبدالعزیز ثانی

دیوبند میں دو تین مہینے تک مولانا حافظ احمد صاحب سے پڑھتے رہے ان کے بعد مولانا شیخ الہند کے دروس میں شامل ہو گئے۔ ۱۳۰۷ھ میں ہی ہدایہ، تلویح، مطول، شرح عقائد مسلم الثبوت میں امتحان دیا اور نمایاں نمبروں سے کامیاب ہوئے مولانا

سید احمد صاحب دہلوی مدرس اول نے آپ کے جوابات کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ اگر ان کو کتابیں ملیں تو شاہ عبدالعزیز ثانی ہوں گے۔

حضور رسولِ مقبولؐ کی زیارت

خواب میں آپ کو حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور امام ابو حنیفہؒ کی زیارت ہوئی

پہلی تصنیف

رمضان ۱۳۰۷ھ میں آپ نے اصول فقہ کا ایک رسالہ لکھا جس میں بعض مسائل میں جمہور اہل علم کے خلاف محققین کی رائے کو ترجیح دی تھی۔ حضرت شیخ الہندؒ نے اس رسالہ کو پسند فرمایا۔

گنگوہ میں حاضری

شوال ۱۳۰۷ھ سے آپ تفسیر بیضاوی اور دورہ حدیث میں شریک ہوئے۔ جامع ترمذی حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھی اور سنن ابو داؤد کے لئے حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کی خدمت میں گنگوہ پہنچے۔

جہان آباد دہلی

بیمار ہو کر آپ گنگوہ سے دہلی تشریف لائے اور حکیم محمود خان صاحب کے علاج سے افاقہ ہوا۔ حدیث کی باقی کتابیں مولوی عبدالکریم صاحب پنجابی دیوبندی سے پڑھیں۔ جو حضرت مولانا قاسمؒ اور حضرت مولانا رشید احمدؒ کے شاگرد تھے۔ شوق تعلیم کا یہ حال تھا کہ سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ آپ نے صرف چار چار دن میں پڑھ لی تھیں۔ اور سراجی دو گھنٹہ میں ختم کر لی تھی۔

دوران قیام دہلی میں آپ دو مرتبہ حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب کی زیارت کے لئے گئے۔ صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں دو سبق بھی لئے تھے۔

پیر مرشد کا وصال

۲۰ جمادی الثانی ۱۳۰۸ھ کو آپ دہلی سے واپس ہو کر بھر چونڈی ضلع سکھر پہنچے آپ کے پیر مرشد آپ کے پہنچنے سے دس دن قبل وفات پا چکے تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا اجازت نامہ

رجب ۱۳۰۸ھ میں حضرت شیخ الہندؒ نے اجازت نامہ تحریر فرما کر بھیج دیا اور آپ نے مولوی کمال الدین صاحب کو سنن ابی داؤد پڑھائی۔

تقریب نکاح

شوال ۱۳۰۸ھ میں آپ سید العارفین کے دوسرے خلیفہ مولانا ابو الحسن تاج محمود صاحب کے پاس امروٹ ضلع سکھر میں چلے گئے۔

حضرت خلیفہ نے آپ کا نکاح سکھر کے اسلامیہ اسکول کے ماسٹر مولوی محمد عظیم خان یوسف زئی کی صاحبزادی سے کر دیا۔ اور آپ کی والدہ کو بھی بلایا جو اپنے آخر وقت تک آپ کے پاس رہیں۔ اور اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ حضرت خلیفہ نے آپ کے مطالعہ کے لئے بہت بڑا کتب خانہ جمع کر دیا تھا وہ آپ کے لئے بمنزلہ باپ کے تھے۔ ۱۳۱۵ھ تک آپ ان کے ظل عاطفت میں باطمینان مطالعہ کرتے رہے۔

یادگار علمی صحبتیں

گوٹھ پیر جھنڈا ضلع حیدرآباد میں راشدی طریقہ کے پیر صاحب العلم کے پاس علوم دینیہ کا بے نظیر کتب خانہ تھا۔ آپ دورانِ مطالعہ میں وہاں تشریف لے جاتے رہے اور کتابیں مستعار بھی لاتے رہے۔ آپ کے تکمیل مطالعہ میں اس کتب خانہ کے فیض کا بڑا دخل ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا رشید الدین صاحب العلم الثالث کی صحبت سے بھی آپ مستفید ہوئے۔ آپ نے ان کی کرامتیں دیکھیں۔ ذکر اسماء الحسنیٰ آپ نے انھیں سے سیکھا وہ دعوت توحید و جہاد کے ایک مجدد تھے۔

حضرت مولانا ابو التراب رشد اللہ صاحب العلم الرابع سے علمی صحبتیں رہیں وہ علم حدیث کے بڑے جید عالم اور صاحب تصانیف تھے علاوہ ازیں قاضی فتح محمد صاحب کی علمی صحبت بھی یادگار چیز ہے۔

فقہ و حدیث کی تحقیق میں اور قرآن عظیم کی تفسیر میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ دیوبندی سے شروع کر کے امام ولی اللہ دہلویؒ تک سلسلہ علماء آپ کا رہبر بنا اور آپ نے ان کو اپنا امام بنا لیا۔

غدر دہلی کے چشم دید حالات

دوران مطالعہ میں آپ نے مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کی سوانح عمری دیکھی اسلامی مطالعہ کی ابتداء سے ہی آپ کا قلبی تعلق مولانا مرحوم سے ہو چکا تھا۔ دیوبند کی طالب علمی نے بہت سے واقعات اور حکایات سے آشنا کر دیا تھا۔ مولانا عبدالکریم دیوبندی نے سقوط دہلی کے چشم دید حالات

بتا دیئے تھے علاوہ ازیں آپ نے بچپن میں خاندانی عورتوں سے انقلاب پنجاب کے تکلیف دہ حالات بھی سنے تھے اور وہ ابھی تک آپ کے دماغ میں محفوظ تھے چنانچہ مولانا شہیدؒ کے مکتوبات میں سے ایک مضمون لے کر آپ نے اپنا ایک مختصر سیاسی پروگرام بنالیا۔ یہ پروگرام سیاسی بھی تھا اور انقلابی بھی لیکن بیرونِ ہند کے مسلمانوں کی تحریک سے اس کو کوئی تعلق نہ تھا۔ آپ نے حجۃ اللہ پڑھنے والی جماعت کو اس میں شامل کرلیا اور اس طرح کام آہستہ آہستہ شروع ہوگیا۔

حضرت قبلہ کی وصیت

۱۳۱۵ھ میں آپ پھر دیوبند پہنچے۔ علم حدیث اور علم فقہ حنفی پر آپ نے ۲ دو رسالے لکھے۔ جنھیں حضرت مولانا نے پسند فرمایا۔

بعض مسائل جہاد کے ضمن میں آپ کی اس جماعت کا ذکر آگیا۔ حضرت مولانا نے اسے بہت پسند فرمایا اور چند اصطلاحات کا مشورہ دے کر اس کو اتحاد اسلام کی ایک کڑی بنا دیا اور کام کو جاری رکھنے کی وصیت کی۔

مدرسہ کا اجراء

امروٹ واپس آکر آپ نے پریس قائم کیا اور دو سال تک چلایا بعض عربی اور سندھی نایاب کتابیں شائع ہوئیں اور ایک ماہنامہ ہدایت الاخوان بھی چھپتا رہا اس کے بعد مدرسہ جاری کرنے کی کوشش شروع کی ۱۳۱۹ھ میں مولانا رشد اللہ صاحب العلم الرافع نے آپ کی تجویز کے مطابق مدرسہ کا اجراء کیا سات سال تک علمی و انتظامی کامل اختیارات کے ساتھ آپ نے مدرسہ چلایا اکابر علما میں سے حضرت مولانا شیخ الہند اور حضرت مولانا شیخ بن محسن امتحان کے لئے تشریف لائے۔

حضور رسولِ مقبولؐ کی تشریف آوری

اس مدرسہ میں بھی آپ نے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور امام مالک کی خواب میں زیارت کی۔

جمعیتہ کی تاسیس

۱۳۲۷ھ میں حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو دیوبند طلب فرمایا اور دیوبند رہ کر کام جاری کرنے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ سندھ کا تعلق بھی قائم رہا۔ چار سال تک آپ جمعیتہ الانصار میں کام کرتے رہے۔ اس جمعیتہ کی تحریک تاسیس

میں مولانا محمد صادق صاحب سندھی اور مولانا ابو محمد احمد لاہوری اور مولوی احمد علی آپ کے ساتھ شریک تھے۔

دہلی کی سیاسی سرگرمیاں

حضرت شیخ الہند کے ارشاد سے آپ کا کام دیوبند سے دہلی منتقل ہوا۔ ۱۳۳۱ھ میں نظارۃ المعارف قائم ہوئی۔ حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ حکیم اجمل خان اور نواب وقار الملک اس کے سرپرست تھے۔ شیخ الہندؒ نے چار سال دیوبند میں رکھ کر اپنی جماعت سے ان کا تعارف کرایا تھا اب دہلی بھیج کر نوجوان طاقت سے بھی آپ ہی نے ملایا۔ اور اس غرض کی تکمیل کے لئے دہلی تشریف لائے اور ڈاکٹر انصاری سے آپ کا تعارف کرایا۔ ڈاکٹر انصاری کے توسط سے آپ مولانا ابو الکلام اور مولانا محمد علیؒ سے ملے اور مسلمانان ہند کی اعلیٰ سیاسی طاقت سے واقفیت پیدا کی۔

ہندوستان سے ہجرت

۱۳۳۳ھ یعنی ۱۹۱۵ء میں شیخ الہند کے حکم سے آپ کابل گئے وہاں کے لئے آپ کو کوئی مفصل پروگرام نہیں بتایا گیا تھا۔ اس لئے آپ کی طبیعت اس ہجرت کو پسند نہ کرتی تھی لیکن تعمیل ارشاد کے لئے جانا ضروری تھا دہلی کی سیاسی جماعت کو بھی آپ نے بتا دیا تھا کہ میں کابل جا رہا ہوں۔ انھوں نے بھی آپ کو اپنا نمائندہ بنا دیا لیکن اس وقت بھی کوئی معقول پروگرام وہ بھی نہ بتا سکے۔

کابل پہنچ کر آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہندؒ جس جماعت کے نمائندے تھے۔ اس کی پچاس سال کی محنتوں کا حاصل آپ کے سامنے غیر منظم شکل میں تعمیل حکم کے لئے تیار ہے۔ ان واقعات کے معلوم ہونے کے بعد آپ کو اپنی ہجرت اور شیخ الہندؒ کے اس انتخاب پر فخر ہوا۔

امیر حبیب اللہ کا فرمان

سات سال تک حکومت کابل کی شرکت میں آپ ہندوستانی کام کرتے رہے ۱۹۱۶ء میں امیر حبیب اللہ خان نے ہندوؤں سے مل کر کام کرنے کا حکم دیا چنانچہ آپ انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہو گئے اس وقت سے آج تک آپ کانگریس کے ایک بہت پر جوش رکن ہیں۔

کابل میں کانگریس کی شاخ

۱۹۲۲ء میں امیر امان اللہ خان کے دور میں آپ نے کانگریس کمیٹی کابل بنائی جس کا الحاق ڈاکٹر انصاری کی کوششوں سے کانگریس کے گیا سیشن نے منظور کر لیا برٹش ایمپائر سے باہر یہ پہلی کانگریس کمیٹی ہے

اور مولانا عبیداللہ سندھی اس کے پہلے پریذیڈنٹ ہیں۔

سیاحت روس

کابل سے آپ ماسکو پہنچے اور اپنے نوجوان رفیقوں کی مدد سے آپ نے وہاں سوشلزم کا مطالعہ کیا۔ چونکہ نیشنل کانگریس سے آپ کا تعلق سرکاری طور پر ثابت ہو چکا تھا۔ اس لئے سوویٹ روس نے آپ کو اپنا معزز مہمان بنایا اور مطالعہ کے لئے ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ اسی مطالعہ کا نتیجہ تھا کہ آپ نے اپنی مذہبی تحریک کو جو امام ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ کی ایک شاخ ہے۔ اس زمانہ کے لادینی حملہ سے محفوظ کرنے کی تدابیر سوچنے میں کامیاب ہوئے

ترکی جدید

۱۹۲۲ء میں آپ انقرہ پہنچے سفیر ترکی متعین ماسکو اور وزارت خارجہ ماسکو نے مل کر سفر کا راستہ متعین کر دیا تھا۔ برطانوی جاسوس اس سے بے خبر رہے۔ تقریباً تین سال آپ ترکی میں رہے اور تحریک اتحاد اسلامی کا تاریخی مطالعہ کیا۔

مولانا کی مذہبی تحریک

تحریک اتحاد اسلام کے متعلق خود مولانا نے تحریر فرمایا ہے۔

مجھے مستقبل قریب میں اس کے لئے کوئی مرکز نظر نہیں آیا۔ اس لئے میں نے ترکوں کی طرح اپنی اسلامی مذہبی تحریک کو انڈین نیشنل کانگریس میں داخل کرنا ضروری سمجھا اور کانگریس میں اپنے اصول کی ایک پارٹی کا پروگرام چھاپ دیا۔ جس سے میری مذہبی تحریک ہر مخالف انقلاب سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

یورپ کو اس طرح اسلام کا تعارف کرانے میں میرا خیال ہے کہ میں اپنے استاذ الاستاذ اور اپنے امام مولانا محمد قاسم دیوبندی کی ایک قلبی خواہش کو عملی جامہ پہناتا ہوں۔

موافقین اور مخالفین

مذکورہ پروگرام کو ترکی پریس سے شائع کرنے کے لئے انقرہ گورنمنٹ کی اجازت حاصل کی گئی۔ وزارت خارجہ نے دو مختلف مترجموں سے ترجمہ کرائے جب تک اس کا ایک ایک حرف نہ پڑھ لیا۔ اجازت نہیں دی۔ چونکہ بعض ہندو دوست اسے نہیں پڑھ سکتے تھے۔ اس لئے ان کی سہولت کو مدنظر رکھکر آپ نے اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا استنبول میں لالا جپت رائے سے تبادلہ افکار ہوا اور اسی طرح ڈاکٹر انصاری سے بھی مفصل بات چیت ہوئی لیکن ان کے لئے یہ صورت قابل تسلیم نہ تھی البتہ پنڈت جواہر لال

نہرو نے اس کی پسندیدگی پر کچھ لکھا ہے۔

انتہائی قابلیت

پنڈت جواہر لال نہرو مولانا کے متعلق ایک جگہ لکھتے ہیں۔
"ہندوستانی جلاوطنوں میں ایک شخص مولوی عبیداللہ بھی تھے جن سے میں تھوڑی دیر کے لئے اٹلی میں ملا تھا وہ مجھے بہت تیز آدمی معلوم ہوتے ہیں"۔
آگے چل کر پنڈت جی نے لکھا ہے:

انھوں نے "ریاستہائے متحدہ ہند" یا "ہندوستان کی متحدہ جمہوریت" کی ایک اسکیم تیار کی تھی جس میں فرقہ وارانہ مسائل کی بڑی قابلیت سے حل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

دیارِ حبیبؐ میں حاضری

۱۳۴۴ھ کے موسم حج میں مکہ معظمہ میں مؤتمر خلافت منعقد ہوئی مولانا کے تمام دوست اس میں آرہے تھے۔ چنانچہ آپ اٹلی کے راستہ مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ لیکن آپ وقت پر نہ پہنچ سکے۔ بلکہ مؤتمر ختم ہونے کے بعد صفر ۱۳۴۵ھ میں پہنچے اور گورنمنٹ کو یقین دلایا کہ میں یہاں کسی سیاسی پروپیگنڈہ کے لئے نہیں آیا۔

مکہ معظمہ میں آپ نے متعدد کتب خانوں سے استفادہ کیا تفسیر قرآن عظیم میں جس قدر مقامات مشکل تھے اس زمانہ میں آپ نے امام ولی اللہ دہلوی کے اصول پر باطمینان حاصل کئے اور قرآن عظیم میں قابل عمل تعلیم کا ایک اعلیٰ نصاب نظر آیا۔ آپ نے امام ولی اللہ دہلویؒ مولانا رفیع الدین دہلویؒ، مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور مولانا محمد قاسمؒ کی کتابوں کا خاص طور پر مطالعہ جاری رکھا۔ اور لوگوں کو پڑھانے کا موقع بھی ملتا رہا۔

واپسئ وطن کی اجازت

۱۹۳۶ء سے انڈین نیشنل کانگریس نے مولانا کی واپسی کے لئے کوشش کی۔ ملک کی تمام سیاسی پارٹیوں نے اس کی تائید کی۔ اس میں سیاسی مسلک کے اتحاد و اختلاف کا کوئی فرق نہیں رہا چنانچہ یہ کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور یکم نومبر کو اجازت واپسی وطن کی آپ کو اطلاع دی گئی۔ اور یکم جنوری ۳۸ء کو پاسپورٹ دیدیئے جانے کی منظوری آئی۔ لیکن چونکہ حج کا موسم بالکل قریب تھا۔ اس لئے آپ نے حج تک اپنی واپسی کو ملتوی رکھا۔

جگر کے ٹکڑے

چند روز ہوئے آپ نے سندھ کی صوبہ کانگریس کمیٹی کے صدر کو ایک خط ارسال کیا تھا۔ اس میں آپ نے سیاسی زندگی کے ابتدائی دور کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ افغانستان اور ترکی وغیرہ میں رہنے کے بعد جب زمانہ کے بہت سے نشیب و فراز سامنے آئے تو قدرتاً دماغ میں نئی نئی الجھنیں پیدا ہونی شروع ہوئیں۔ جب مصطفٰے کمال نے خلافت کے سوال کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا تو تقریباً ہر اس مسلمان کے خیالات میں ایک زلزلہ آگیا جو اسلام کی ایک عالمگیر برادری بنانے کا قائل تھا جب اسلام کی مرکزیت ہی فنا ہوگئی تو پھر وحدت کا سوال بے معنی تھا۔ ان حالات میں مولانا فرماتے ہیں میں بھی بہت پریشان ہوا خلافت کے اختتام سے پہلے تک ہندوستان کے اکثر سیاسی رہنما، جمال الدین افغانی رح کے نظریہ کے بموجب اپنی قسمت کو ساری دنیا کے مسلمانوں کی قسمت کے ساتھ وابستہ سمجھتے تھے۔ لیکن خلافت کے اختتام کے بعد سوال نے بالکل دوسری نوعیت اختیار کرلی تھی۔ ممالک اسلامی میں سے ہر ملک کو صرف اپنی فکر تھی۔ ہر ایک صرف اپنے ہی تحفظ میں مصروف تھا۔ دوسرے ملک مسلمانوں پر کیا گذر رہی ہے۔ اس بات کا خیال شاذونادر ہی کبھی کسی کو آتا تھا۔ عرب، ترکی، مصری، ایرانی، افغانی غرض کہ تمام ممالک اسلامی کے رہنے والے صرف اپنی ہی فکروں میں سرگرداں تھے۔ مولانا نے جب دنیا کی یہ فضا دیکھی تو قدرتاً آپ نے ہندوستان کے مسئلہ پر از سر نو نظر ڈالنی شروع کی اب تک تو آپ یہ سمجھے تھے کہ ممالک اسلامیہ کی ہمدردی حاصل کرنے سے ہندوستان کا مسئلہ بہت بڑی حد تک حل ہوسکتا ہے۔ مگر اب آپ کو معلوم ہوا ؎

کہ تھی جن سے توقع شستگی کی داد پانے کی ... وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغ ستم نکلے

یہ تو ظاہر ہے کہ آپ کے سامنے اصلی اور ابتدائی سوال ہندوستان کی آزادی کا تھا۔ اور اسی کی خاطر آپ غربت جلاوطنی کی خاک چھان رہے تھے اس لئے آپ نے ہندوستان کے سوال پر پھر سوچنا شروع کیا۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ اس مشکل میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفہ نے آپ کی زبردست دستگیری کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ تو مجھے معلوم ہوچکا تھا کہ ہندوستان سے باہر ہندی مسلمان کا کوئی ہمدرد نہ تھا۔ اس لئے اب ہندوستان کی فلاح کا راستہ صرف یہی ہوسکتا تھا کہ ہم اپنے اندر طاقت پیدا کریں خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں اور دوسرا ہل

سے بے نیاز ہوکر اپنے بل بوتے پر سب کچھ کرنا سیکھیں۔

آپ کا ارشاد ہے کہ یہ صحیح ہے کہ دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی مختلف قسم کی تحریکیں چل رہی ہیں اور ہر تحریک میں لادینیت اور لامذہبیت کے خیالات ابھر رہے ہیں لیکن کامل غور وخوض کے بعد شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کی روشنی میں، میں نے ہندوستانی مسلمانوں کے اقتصادی اور سیاسی پروگرام کو اس درجہ منظم کر دیا ہے کہ سوشلسٹ یا کمیونسٹ کوئی پارٹی بھی ہمارے اسلام کی اس پالیسی سے جنگ کرنا ضروری نہ سمجھے گی۔ مجھے اپنی اس تجویز پر اتنا اعتماد اس لئے ہے کہ کمیونسٹ انٹرنیشنل ہماری اسکیم ماننے والے مسلمان کے ساتھ لڑنا مناسب نہیں سمجھتا بعض بین الاقوامی شہرت رکھنے والے سوشلسٹوں نے تو علی الاعلان جلسوں میں یہاں تک کہا ہے کہ اگر دنیا میں اس قسم کی مذہبی جماعت منظم طور پر موجود ہوتی تو ہم یقیناً اس کے مذہب کو قبول کر لیتے جو کاشتکاروں اور محنت کشوں کے موجودہ مسائل کو حل کرنے میں مفید ہوتا"۔

مراجعت وطن

مناسک حج سے فارغ ہونے کے بعد ہندوستان کے یہ مشہور جلا وطن قوم پرست بزرگ جنھوں نے پچیس سال تک جلا وطنی کے شدید مصائب برداشت کئے تھے ۲۷ر فروری ۱۹۳۹ء کو حج لائن کے مشہور جہاز المدینہ کے ذریعہ ہندوستان روانہ ہوئے۔

جمعیتہ العلماء کانفرنس میں انتظار

جمعیتہ العلماء کانفرنس میں جو مدت دراز کے بعد ۳-۴-۵ مارچ کو دہلی میں منعقد ہو رہی تھی۔ درجنوں ڈیلی گیٹ آپ کی زیارت کرنے اور آپ کے ارشادات گرامی سننے کے لئے دور دور سے آکر اس کانفرنس میں شریک ہوئے تھے۔ جہاز کی آمد کے متعلق عام طور پر یقین تھا کہ ۴-۵ مارچ کو ضرور کراچی پہنچ جائے گا۔ چنانچہ انتظام کیا گیا تھا کہ جیسے ہی آپ المدینہ سے اتریں فوراً بذریعہ ہوائی جہاز آپ کو دہلی لایا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر کانفرنس ۶ر مارچ کو بھی جاری رکھی گئی۔ لیکن افسوس یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ سمندر میں طوفان آجانے کے سبب جہاز بہت تاخیر کے بعد ۵ر مارچ کی شب کو کراچی پہنچا۔ لیکن رات ہو جانے کے سبب منتظمین پورٹ نے جہاز کو ساحل پر لگنے کی اجازت نہیں دی

اور دوسرے روز بھی اتوار کی تعطیل کے سبب اس حکم کی پابندی کرنی پڑی۔

خیر مقدم میں وزیر اعظم کی شرکت

آخر ۲ مارچ کو پیر کے دن علی الصبح انتظار کی طویل گھڑیاں ختم ہوئیں اور جہاز ساحل پر لگایا گیا۔ خان بہادر اللہ بخش وزیر اعظم سندھ اور سندھ اسمبلی کے بہت سے معزز ممبران آپ کے استقبال کے لئے ساحل سمندر پر موجود تھے۔ علاوہ ازیں کانگریس کمیٹی، مسلم لیگ، اور جمعیتہ العلماء ہند کے ممبران بھی کافی تعداد میں آپ کو خوش آمدید کہنے کے لئے اس اجتماع میں شریک تھے۔

مولانا موصوف کو دیکھتے ہی لوگوں نے مسرت سے پرزور نعرے لگائے اور پھولوں کے اس قدر ہار آپ کو پہنائے گئے کہ بار بار انھیں اتارنا پڑا، مولانا نے خان بہادر اللہ بخش وزیر اعظم کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا کہ ان کی حکومت نے مولانا کے ہندوستان میں داخلہ سے پابندیاں ہٹالی تھیں۔

ہندوستانی عظمت کا علمبردار

اہالیان کراچی نے کراچی کارپوریشن کے وسیع میدان میں منعقدہ ایک عظیم الشان جلسہ میں مولانا کو چاندی کے چوکٹے میں سبز رنگ کی سلک پر چھپا ہوا ایک ایڈریس پیش کیا گیا جس میں مادر وطن کے لئے آپ نے جو بے لوث خدمت کی تھی اس کا ذکر کیا گیا تھا۔ اور تسلیم کیا گیا تھا کہ اس عرصہ میں آپ نے جن بہت سے ملکوں کا دورہ کیا وہاں ہندوستان کی عظمت کو بڑھایا ہے اور استدعا کی تھی کہ ملک میں ہندو مسلم اتحاد قائم کرنے کے لئے جو کچھ آپ زیادہ سے زیادہ کر سکتے ہوں کریں کیونکہ صرف ہندو مسلم اتحاد ہی ہندوستان کی مشکلات کا واحد حل ہے۔

ہندو مسلم اتحادی دستہ

مولانا موصوف نے مذکورہ ایڈریس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

مجھے بجا طور پر فخر ہے کہ میرے ہم وطن میری عزت کرتے ہیں حالانکہ دوسرے ملکوں کے باشندوں نے بھی میری اتنی ہی عزت کی ہے لیکن اس خیر مقدم نے میری عزت کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔ کیونکہ یہ میرے ہم وطنوں کی طرف سے کیا گیا ہے مولانا نے اپنی زندگی کے گزشتہ واقعات بھی دہرائے اور اس امر پر اظہار مسرت کیا کہ شہر کراچی نے ان کی جلا وطنی کے زمانے میں کافی ترقی کی ہے

آپ نے حاضرین سے درخواست کی کہ وہ دیہاتی زندگی بسر کریں اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ امیر طبقہ کے لوگ اپنے رہائشی مکانات وہاں بنوانا شروع کریں آپ نے اپیل کی کہ دیہاتوں میں طبی اور تعلیمی انتظامات بہتر کئے جائیں۔

مولانا نے ان نوجوانوں سے جو ملک کی خدمت کا درد رکھتے ہیں۔ لیکن غربت کا خوف انہیں ایسا کرنے سے باز رکھتا ہے اپیل کی کہ وہ اپنی مصیبتوں کی پرواہ نہ کریں اور نڈر ہو کر ملک کی خدمت میں لگ جائیں آپ نے اپنے متعلق بتایا کہ آپ نے کبھی ایک پائی بھی نہیں کمائی۔ لیکن اس کے باوجود بھی ہزاروں روپے قومی کاموں میں خرچ کئے جو ملک کی خدمت کے لئے آپ کے پاس ہمیشہ آتے رہے۔

آپ نے فرمایا کہ میں ایک ہندو خاندان میں پیدا ہوا اور ۱۶ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اس لئے میں نے دونوں مذہبوں کو بخوبی اور مکمل طور پر دیکھا ہے میں ہندو مسلم اتحاد کے لئے اپنے ہندو مسلم دوستوں کا ایک دستہ بناؤں گا اس طرح ہندو مسلم اتحاد کا امکان بہت زیادہ ہے۔

آریہ سماجی اخبار کا خراج تحسین

مولانا کے ہندو مسلم اتحاد کے مذکورہ نظریہ کے متعلق دہلی کا اخبار تیج اپنے ایک آرٹیکل میں لکھتا ہے:۔

"دراصل صحیح طریقہ یہی ہو سکتا ہے جو مولانا نے تجویز کیا ہے۔ ہم اُن کی واپسی وطن پر انھیں مبارکباد دیتے ہیں اور یہ امید کرتے ہیں کہ اُن کی کوشش بارآور ثابت ہوگی"

ہندو مسلم اتحاد کی اپیل

۱۲ مارچ ۱۹۲۹ء کی شام کو مولانا کراچی ایکسپریس سے لاہور پہنچے۔ ٹرین آنے سے پہلے ہی اسٹیشن پر ہزاروں آدمیوں کا ہجوم ہو گیا تھا۔ خیر مقدم کے لئے کانگریس کمیٹی، مسلم لیگ اور مجلس احرار کے سرکردہ کارکن موجود تھے۔ پلیٹ فارم پر مولانا کو ہار پہنائے گئے اور احرار کے بینڈ نے سلامی دی۔ پھر آپ جلوس کی شکل میں اسٹیشن سے باہر ایک بڑے میدان میں تشریف لائے جہاں ان کے اعزاز میں ایک نہایت شاندار جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا۔

انقلاب زندہ باد کے پُرجوش نعروں میں آپ نے تقریر شروع کی اور اپنے پُرجوش خیر مقدم

پر شکریہ ادا کرنے کے بعد فرمایا - ہندوستان کے باہر ملکوں میں لوگ عرصہ دراز سے مجھے ہندوستانی کی حیثیت سے جانتے ہیں - اور کانگریس ورکر کی حیثیت سے میری عزت ہوتی ہے - آپ نے فرمایا کہ کانگریس ہی ایک ایسی جماعت ہے جو ہندوستان کو آزاد کرا سکتی ہے - ہندو مسلم اتحاد کے متعلق اپنے نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یورپ میں مسلمان، ہندو، سکھ بلا لحاظ مذہب و ملت اتحاد و اتفاق کے ساتھ کام کرتے ہیں - ہندوستان میں بھی میری خواہش ہے کہ سب ہندوستانی اسی طرح اتحاد و اتفاق کے ساتھ کام کریں -

احرار کانفرنس کی کامیابی کے لئے دعاء

۲۴ مارچ کو جب مولانا کی ٹرین جالندھر ریلوے اسٹیشن سے گذری تو اشتیاق دید میں ہزارہا آدمیوں کا ہجوم تھا - دوسرے روز پراونشل احرار کانفرنس کا اجلاس جالندھر میں ہونے والا تھا - اس میں شرکت کے لئے احرار لیڈروں نے مولانا سے درخواست کی لیکن آپ نے انتہائی مصروفیت کے سبب معذوری ظاہر کی اور کانفرنس کی کامیابی کے لئے دعا کی -

محبوب کے قدموں میں

۲۸ مارچ ۱۹۳۹ء کو مجاہد اعظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھی نے ۲۵ سالہ جلاوطنی کے بعد دارالعلوم دیوبند میں قدم رنجہ فرمایا - حضرت کی تشریف آوری کے وقت سے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی یکایک آپ کی آمد کا غلغلہ بلند ہوا، اور آپ کو مسجد دارالعلوم میں دوگانہ شکر ادا کرتے ہوئے پایا گیا - حضرات مدرسین و طلباء شوق و زیارت میں آپ کے گرد جمع ہوگئے - آپ نے فرمایا کہ میں ابھی کسی سے ملاقات نہ کروں گا - مسجد سے آپ مدرسہ کو ملاحظہ فرماتے ہوئے حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر حاضر ہوئے - اور حضرت مولانا سید مبارک علی صاحب نائب مہتمم و مولانا محمد ابراہیم صاحب کے علاوہ کسی کو ہمراہ جانے کی اجازت نہ دی - واپسی میں طلباء نے راستہ میں استقبال کیا اور آپ نے دارالعلوم کے مشرقی صدر دروازہ میں قیام فرما کر تمام طلباء سے مصافحہ کیا - پھر دارالحدیث تودرہ میں تشریف لے گئے اور تمام طلباء آپ کے گرد جمع ہوگئے - حضرت موصوف نے طویل مفارقت کے بعد اپنی مادر علمی کی آغوش میں واپسی پر خدا کا شکر ادا کیا اور عزیز طلباء کی محبت پر دلی مسرت کا اظہار فرمایا - اور طلبا کو منظم رہنے احکام قرآنیہ پر عمل کرنے اور دوسروں

کو ہدایت کرنے کی تاکید فرمائی - آپ نے اس پر زور دیا کہ ہر طالب علم کا فریضہ ہونا چاہیئے کہ جن احکام قرآن کو عوام نے چھوڑ دیا ہے ان پر عمل کرنے کا عزم بالجزم کرے اور خدا سے عہد کرے کہ جب تک ان احکام کو جاری نہ کروں گا خاموش نہ بیٹھوں گا - اور جو قوت روکے گی اس کی پرواہ نہ کروں گا -

دیوبند میں جوش مسرت

۳۰ مارچ کو بعد نماز عصر طلبائے دارالعلوم نے حضرت مجاہد اعظم کی تشریف آوری پر ایک پُر شوکت مظاہرہ سے اپنے جوش مسرت کا ثبوت دیا اس مظاہرہ میں ہر صوبہ کے طلباء اپنے موٹوز اور جھنڈوں کے ساتھ شریک ہوئے اور شہر کا گشت کرکے نو بجے حضرت مجاہد اعظم کی تقریر کا اعلان کیا جمعیتہ طلبائے دارالعلوم نے دارالحدیث کے وسیع ہال میں جلسہ عام کا انتظام کیا - ہال کو مختلف موٹوز سے خوب سجایا گیا تھا - حضرات مدرسین وطلباء اور اہل شہر سے تمام ہال بھرا ہوا تھا - ساڑھے نو بجے شب کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم کی زیر صدارت جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا - جمعیتہ طلبائے دارالعلوم کی طرف سے حضرت مجاہد اعظم کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا جس میں دارالعلوم اور اکابر دارالعلوم کی خدمت کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی بروقت تشریف آوری پر اعلیٰ توقعات کا اظہار کیا گیا تھا - پھر حضرت صدر اجلاس نے نہایت بسیط صدارتی تقریر کی جس میں حضرت مجاہد اعظم کے محاسن وکمالات پر تبصرہ فرماتے ہوئے حاضرین سے آپ کا تعارف کرایا گیا اور دارالعلوم کے مختصر حالات اور اس کی مرکزی ذمہ داریوں سے حضرت مجاہد اعظم کو روشناس کیا - آخر میں حضرت مجاہد اعظم کھڑے ہوئے - مجاہد اعظم زندہ باد اور اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے تمام ہال گونج اٹھا -

مسلمان ڈکیٹر کی ضرورت

مجاہد اعظم حضرت مولانا سندھی نے حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کی سیاسی قابلیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں حضرت کے حکم سے ہی افغانستان گیا تھا مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ مجھے وہاں کس لئے بھیجا جارہا ہے - وہاں جاکر حالات کا علم ہوا - تقریر کو جاری رکھتے ہوئے موصوف نے افغانستان میں اپنے قیام کے کچھ واقعات پر روشنی ڈالی آپ نے ہندو مسلم تعلقات کا تذکرہ

کرتے ہوئے فرمایا کہ مخالفین کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ وہ مسلمانوں کو کھا جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ اقلیت ہی ڈکٹیٹر بنا کرتی ہے اور وہی ملک پر حکومت کرتی ہے میں نے مغربی ممالک میں پھر کر ڈکٹیٹر شپ کے واقعات کا مطالعہ کیا ہے مجھے جتنی ضرورت ہے تم تعداد پوری کر دو۔ پھر کانگریس میں ڈکٹیٹر شپ کے اصول کے ماتحت ہم نے اپنا اقتدار قائم نہ کر دیا تو تم میری گردن اڑا دینا۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات ہیں۔ اور وہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی صاحب کی تعلیمات کے جامع تھے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ فضل ایزدی سے قرآن پاک کے علوم سے واقف ہو چکا ہوں۔ اور اس پر ایسا قادر ہو چکا ہوں کہ ہر مذہب والے بلکہ ملحد کو بھی پڑھا سکتا ہوں کہ اگر وہ زبان سے اقرار نہ کرے تو دل میں یقیناً مان لے گا کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ آپ نے اردو، ہندی زبان کے جھگڑے کے متعلق مسلمانوں کو اطمینان دلایا ہے کہ ہندو سو سال تک بھی اگر مسلسل کوشش کریں تو وہ اردو کو فنا نہیں کر سکتے۔

شمع پروانے

قیام دیوبند کے زمانے میں حضرت مجاہد اعظم کی قیام گاہ مرجع انام بنی رہی۔ معززین شہر حضرات مدرسین اور طلبائے کرام کا ہر وقت ہجوم رہتا تھا موصوف کے اعلیٰ اخلاق اور بلند شخصیت کا ہر شخص گرویدہ تھا حضرت مولانا محمد طیب نے حضرت مہتمم صاحب اور اکابر مدرسین اور جانشین شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ العالی سے مختلف اوقات میں تبادلہ خیالات فرمایا اور ۵ اپریل ۱۹۴۷ء کو دہلی روانہ ہو گئے۔

جامعہ ملیہ کی میزبانی

۵ اپریل کی شام کو سوا پانچ بجے دہلی پہنچے سٹیشن پر جمعیۃ العلماء مجلس احرار اور ہر فرقہ اور ہر خیال کے لوگوں نے آپ کا شاندار خیر مقدم کیا اور پھولوں کی بارش میں آپ کو موٹر تک پہنچایا۔ دہلی میں آپ کے مہمانداری کا شرف جامعہ ملیہ اسلامیہ کا حاصل ہوا۔

دہلی کانگریس کمیٹی کی جدت

دوسرے دن شام کو چھ بجے گاندھی گراؤنڈ میں ایک عظیم الشان جلسہ کے اندر آپ کی تقریر کا

انتظام کیا گیا۔ جلسہ کے اعلان میں دہلی کانگریس کمیٹی نے ایک عجیب جدت اختیار کی تھی۔ موٹر میں لاؤڈ اسپیکر لگا کر شہر میں بار بار گھومایا گیا تھا۔ تاکہ قلیل وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگ اعلان سے باخبر ہوسکیں۔ اعلان میں لاؤڈ سپیکر کا انتظام ایک ایسی نمایاں جدت تھی جو اس سے قبل دہلی کے کسی جلسہ کے لئے اختیار نہیں کی گئی۔

سب سے بڑا انقلابی ہیرو

گاندھی گراؤنڈ میں مذکورہ جلسہ لالہ ہنونت سہائے کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مولانا امداد صابری پروپگنڈہ سکریٹری کانگریس کمیٹی اور مولانا نورالدین بہاری صابری صدر کانگریس کمیٹی صوبہ دہلی اور دیگر مقررین نے پر جوش تقریریں کیں۔ مولانا نورالدین نے مولانا موصوف کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ رولٹ ایکٹ میں سرکار نے جس بڑے انقلابی ہیرو کا نام لکھا ہے وہ یہی مولانا عبیداللہ سندھی ہیں۔ اور آج جو انہیں ہندوستان واپس آنے کی اجازت دی گئی ہے۔ وہ سرکار کی کوئی مہربانی نہیں ہے بلکہ قومی جھنڈے کی قربانیوں کا سبب ہے اور امید ہے کہ ملک اُن کی رہنمائی میں ایک نیا انقلاب پیدا کرے گا اور دوسرے جلاوطن راجہ مہندر پرتاب اور مولانا منصور بھی عنقریب ہندوستان آئیں گے۔

اسی جلسہ میں مشہور جلاوطن لالہ ہردیال کے امریکہ میں انتقال پر بھی رنج وافسوس کا اظہار کیا گیا۔

ہندوستان نے اصلاحات کس طرح حاصل کیں

انقلاب زندہ باد کے پر جوش نعروں نعروں میں مولانا عبیداللہ سندھی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

ہندوستان کی آزادی کوئی آسان کھیل نہیں ہے۔ آپ سمجھ لیجئے کہ اس کے لئے آپ کو سب کچھ قربان کردینا پڑے گا۔ آپ کے اندر جتنا یہ خیال مضبوط ہوگا اتنا ہی ہم آزادی کے قریب پہنچتے جائیں گے۔ جلاوطنی سے پہلے خیال ہوتا تھا کہ ہندو مسلم سوال کی بنا پر شاید ہندوستان آزاد نہیں ہوسکتا۔ لیکن دوسرے ملکوں میں صورت حالات دیگر ہے۔ وہاں ہندوستانیوں کا ہندو مسلم لحاظ سے کوئی وجود نہیں ہے۔ ہم وہاں سب ہندوستانی مانے جاتے ہیں۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہندو مسلم کا سوال بیکار ہے۔ میں ایک نو مسلم ہوں ۱۶ سال کی عمر میں ہندو سے مسلمان ہوا ہوں۔ میں نے ہندو فلاسفی اور مسلم فلاسفی دونوں کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس وقت ہندوستان کو ایک نکتہ پر جمع ہو کر آگے بڑھنا چاہیئے کاش آپ غیر ملکوں میں جا کر دیکھ سکتے ہیں کہ ہندو مسلم جھگڑوں نے ملک کو کتنا ذلیل کر رکھا ہے حالانکہ ملک بہت آگے جا چکا ہے۔ لیکن اگر ہندو مسلم جھگڑا نہ ہوتا تو اس سے بھی کہیں زیادہ آگے ہوتا اگر آپ کے دل میں کانگریس کی عزت ہے۔ اور اس عزت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو دل سے ہندو مسلم سوال کو بالکل نکال دیجیئے آج ملک کو جو اصلاحات ملی ہوئی ہیں۔ وہ مفت نہیں ملی بلکہ ان میں ہزاروں ہندوستانیوں کا خون ملا ہوا ہے۔ ہم عدم تشدد کے پروگرام پر عامل ہیں اگر اس پروگرام کے لئے دو ہزار آدمی بھی پکے سچے مل جائیں تو ہندوستان آزاد ہو سکتا ہے۔

آخر میں آپ نے ہندوستانیوں سے ایک ہو جانے اور کانگریس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر ڈسپلن پر سختی سے کاربند رہنے کی اپیل کی۔ اور فرمایا کہ کانگریس میں اس وقت صفائی کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ میں گاندھی سے مل کر ان سے بات چیت کروں گا۔ اور کانگریس میں کسی کھوٹے آدمی کو نہیں رہنے دوں گا۔

مولانا کی اسکیم کا انکشاف

۱۰ اپریل ۱۹۳۹ء کو جامعہ ملیہ اسلامیہ میں آپ کو ایڈریس پیش کیا گیا۔ ایڈریس کے جواب میں آپ نے تقریر کی اور اپنی اسکیم کا انکشاف کیا۔ آپ نے فرمایا:۔

ہندو مسلم اتحاد کے لئے میری ایک گہری منظم تجویز ہے۔ آج یورپ کی طاقتیں ہندو فلاسفی کو ایک نیا رنگ دے کر دنیا کی سیاسیات پر بھاری ہیں اگر سب مسلمان ہندوؤں کی فلاسفی کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کریں تو اس طرح ہندوؤں اور مسلمانوں کے دلوں میں یکسانیت اور یگانگت پیدا ہو سکتی ہے۔ جو آخر میں ہندو مسلمانوں میں ایک مستقل اتحاد کی بنیاد بن سکتی ہے۔ آجکل سیاسیات کا مرکز یورپ بنا ہوا ہے۔ انگریزوں کی ڈیڑھ سو سال کی حکومت کے باوجود ہمارے ملک میں سیاسیات کی تعلیم نہیں آسکی اور اس وقت جو ہندوستان میں تعلیم دی جا رہی ہے۔ میں اس پر ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں۔ ہندوستان

کی اہمیت بہت بڑی ہے۔ ہندو دھرم کا تاریخی زمانہ نہیں بھلایا جا سکتا۔ آج ہر ٹلر ہندو فلاسفی کو ایک نئے رنگ میں استعمال کر کے دنیا میں آگے بڑھ رہا ہے اگر ہندو فلاسفی ہر ٹلر کو قائل کر سکتی ہے تو وہ ایک دفعہ پھر دنیا میں پھیل کر انسانیت کو بھی قائل کر سکتی ہے۔ یورپ گو مذہب کو نہیں مانتا۔ لیکن وہاں ہندو فلاسفی سب سے اونچی چیز ہے۔

آپ نے تاریخی واقعات سے ثابت کیا کہ غیر ہندوستانی مسلمانوں اور ہندوستان کے صوفیائے کرام نے ہندوؤں کی فلاسفی کا مطالعہ کیا ہے اور اسی فلاسفی کی بنا پر وہ ہندوستان میں اسلام پھیلانے میں کامیاب ہوئے اور اگر کم از کم دہلی کے دو ہزار ہندو مسلمان ہی اپنی اپنی فلاسفی سمجھ کر مل جائیں جو حقیقت میں ایک ہی چیز ہے تو ہندوستان کا سارا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آج اگر کانگریس انقلابی جماعت ہے تو اسے انقلابی بنانے کے لئے $\frac{9}{10}$ حصہ ان لوگوں کی کوششیں ہیں جو ہندوستان سے باہر جلا وطن تھے۔ ہندوستان کی فلاسفی یکساں ہے۔ ہم ان پر عمل کر کے ہندو مسلم جھگڑے ختم کر دیں گے۔ اونچ نیچ کے خیالات دور ہو جائیں گے تو اس کے بعد ایک نئی قوم اور نئی سیاسیات پیدا ہوگی جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ میں جامعہ ملیہ میں اس مقصد کی تکمیل کے لئے کوشش کروں گا۔

محمد علی جناح کو خراج تحسین

مسلم لیگ کے صدر قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کے سیاسی تدبر کو بھی آپ نے سراہا ہے۔

اور آپ نے فرمایا ہے۔ کہ کانگریس اور مسلم لیگ کے اختلافات کو ختم کرانے میں آپ انتہائی کوشش صرف کریں گے اور ایک دن وہ آئے گا کہ کانگریس کی صدارت کا سہرا محمد علی جناح کے سر ہوگا۔

کشیدہ کاری کے ذریعہ پیغام رسانی

اچاریہ کرپلانی جنرل سکریٹری آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے ایک بیان میں مولانا موصوف کی انقلابی ذہنیت کے متعلق ایک بہت پوشیدہ راز کا انکشاف کیا ہے۔ جس سے عوام بے خبر تھے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

مولانا عبید اللہ کا نام کشیدہ کاری والے رومالوں کی سازش کے سلسلے میں رولٹ

رپورٹ میں بھی آیا ہے۔ ہندوستان کے انقلاب پسندوں اور بیرونی ممالک کے انقلاب پسندوں کے درمیان رومالوں پر پوشیدہ کاری کے ذریعے جو مراسلے بھیجے جاتے تھے اس سلسلے میں عبیداللہ کا نام پیش پیش تھا۔

قرآن کے صحیح نکات

دور جدید کے اس مفکر نے اوائل عمر میں ہی یہ محسوس کر لیا تھا کہ ہمارے ہاں عربی تعلیم کا ڈھچر ٹھیک نہیں ہے۔ اس تعلیم سے نہ تو طالب علموں میں خودداری اور خود اعتمادی پیدا ہو سکتی ہے اور نہ زیرکی دانشمندی، بلکہ آپ نے یہاں تک محسوس کیا کہ قرآن کو صحیح معنوں میں استاد ہی نہیں سمجھ رہے۔ پھر شاگرد تو کیا سمجھیں گے۔ چنانچہ آپ نے خود قرآن کا درس دینا شروع کیا۔ لیکن ہمارے ہاں کے رائج شدہ درس سے آپ کے درس کی شان بالکل جدا تھی۔ آپ صبح و شام دو وقت درس دیتے تھے۔ شام کو لکھے پڑھے نوجوان پڑھتے تھے اور صبح کو صرف وہ نوجوان درس حاصل کرتے تھے۔ جو کہ کم از کم ایم۔ اے یا بی۔ اے ہوں اس درس میں آپ نوجوانوں کو یہ سمجھاتے تھے کہ قرآن شریف کا ماننے والا کبھی غلامی پر قانع نہیں رہ سکتا۔ قرآنی تعلیم۔ اور انگریزی غلامی دونوں ساتھ ساتھ نہیں چل سکتیں اس لئے جو مسلمان انگریزوں کی موجودہ حکومت پر سکوت اختیار کئے ہوئے ہیں وہ یا تو قرآن نہیں سمجھتے یا مسلمان نہیں ہیں۔ انگریزی حکومت کو جب یہ معلوم ہوا کہ دنیا میں قرآن کے صحیح نکات کو سمجھنے اور سمجھانے والا انسان پیدا ہو گیا تو وہ بہت گھبرائی اُسے یہ تشویش پیدا ہوئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیمم و وضو اور نکاح و طلاق کے مسائل میں پھنسے ہوئے ملاؤں کے دماغ میں قرآن کی صحیح سپرٹ آجائے اور وہ طوطے کی طرح رٹ لینے کے بجائے حیدرؓ و فاروقؓ کی طرح اس کی رُوح کو سمجھنے کی بھی کوشش کرنے لگیں۔

مولانا اور مسٹر کا ملاپ

علاوہ ازیں اسی زمانہ میں آپ نے علی گڑھ اور دیوبند میں باہم رابطہ پیدا کرنے کی کوشش شروع کی اور ایک سکیم بنائی کہ علی گڑھ کے گریجویٹ دو تین سال دیوبند میں رہ کر تعلیم پائیں اور اس طرح دیوبند کے فاضل دو تین سال علی گڑھ آکر پڑھیں۔ اس قسم کے طلباء کے لئے دونوں درسگاہوں سے کچھ خاص انتظامات بھی کرا دیئے تھے۔ لیکن ابھی یہ کام تکمیل کو نہ پہنچا تھا کہ آپ کو ہجرت کرکے

کابل جانا پڑا۔

عبیداللہ اور برطانیہ کا معاہدہ

یہ شخص جسے آپ آج سے پہلے صرف ایک معلم اور سازشی سمجھتے تھے درحقیقت صحیح طور پر کیا ہے۔ اسے معلوم کرنے کے لئے صرف ذیل کا واقعہ کافی ہے۔

امان اللہ خان والی افغانستان اور انگریزوں کے درمیان جو مشہور معاہدہ ہوا تھا۔ اس میں آپ کے اس انقلابی مولوی کا بڑا دخل تھا۔ چنانچہ انگریزی سفیر سر جیفری ڈاٹس نے محمود طرزی کے سامنے اس کا اعتراف کیا تھا۔ کہ یہ معاہدہ افغانوں اور انگریزوں کے درمیان نہیں ہوا۔ بلکہ عبیداللہ اور انگریزوں کے درمیان ہوا ہے۔

افغانستان سے جلاوطنی کی شرط

انگریز آپ سے کس قدر گھبراتے تھے اور انھیں آپ کا کس قدر خوف تھا۔ اس کا اندازہ انگریزوں کی اس شرط سے ہوتا ہے جو انھوں نے...... امان اللہ خان کے سامنے پیش کی تھی۔ انھوں نے کہا تھا کہ معاہدہ تو مکمل ہوگیا۔ لیکن ہم اس پر اس وقت دستخط کریں گے جب عبیداللہ افغانستان سے چلے جانے کا وعدہ کریں۔ چنانچہ آپ اس شرط کی بنا پر افغانستان چھوڑ کر روس چلے گئے۔

علامہ اقبال سے عقیدت

مولانا نے اس زمانہ میں اقبالؒ کی مشہور نظم "خضرراہ" کا ترجمہ روسی زبان میں کرایا۔

تعلیم یافتہ طبقہ سے میرا سوال

اس میں شک نہیں کہ آپ جیسے تعلیم یافتہ حضرات نے رام موہن رائے گوکھلے تلک جگدیش چندر بوس، ٹیگور، جواہر لال نہرو اور گاندھی جی کے نام ہزاروں بار سنے ہوں گے اور انگریزوں کی لکھی ہوئی کتابوں میں ان کی تعریف و توصیف پڑھ کر آپ کی گردنیں احترام و عقیدت کے ساتھ ان کے آگے جھکی بھی ہوں گی۔ لیکن کیا آج سے پہلے آپ کو خبر تھی کہ آپ ہی کے وطن کا ایک فرزند ان ہی جیسا بلکہ ان سے بھی زیادہ حیرت انگیز صفات کا مالک عبیداللہ نامی بھی ہے۔

خون کے آنسوں

اگر آپ ان کے متعلق کچھ جانتے بھی ہوں گے تو صرف وہی واقعات جو ہمارے اخبارات نے اپنی کم مائیگی اور لاعلمی کے سبب ابھی کچھ عرصہ ہوا۔ غلط سلط طور پر شائع کئے تھے۔ لیکن اس سے قبل آپ اور آپ کی رہنمائی کے یہ دعویدار اس سے بھی بے خبر تھے۔ وہ صرف یہ جانتے تھے اور یہ علم بھی تھوڑے ہی دن سے ہوا تھا۔ کہ عبیداللہ ایک مولوی کا نام ہے۔ جو دیوبند کے مدرسہ میں معلم تھے۔ زمانہ تحریک خلافت میں انھوں نے انگریزی حکومت کے خلاف سازش کی اور بالآخر ہجرت کر کے ہندوستان سے چلے گئے۔

جس قوم کے نوجوان علم و بصیرت کی دنیا میں اپنا کچھ بھی نہ رکھتے ہوں بلکہ ہمیشہ دوسروں کی بھیک کے ٹکڑوں ہی پر گذارا کرنے کو فخر سمجھتے ہوں وہ خواہ علی گڑھ یا حیدرآباد سے پڑھ کر نکلے ہوں یا کیمبرج و اکسفورڈ سے، ہر چیز کو اپنی آنکھ سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں اور چونکہ ہمارے آقاؤں نے عبیداللہ سندھی کو گمنامی کے گوشہ میں ڈالے رکھنا اپنے مفاد کے لئے ضروری سمجھا۔ اور کسی گورے آدمی کے قلم سے ان کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا گیا۔ اس لئے ہمارے تعلیم یافتہ اور نیم تعلیم یافتہ طبقہ کا اس اعجاز نما شخصیت سے واقف ہونا کیسے ممکن تھا۔

آپ اور ہم کتنے ہی ناواقف کیوں نہ ہوں۔ لیکن حقیقتیں ہمیشہ نہیں چھپی رہتیں عبیداللہ سندھی کو آج اس طرح نہ پہچانیں۔ جس طرح انہیں جاننا چاہیئے

اور آج ہم انھیں وہ درجہ نہ دیں جس کے وہ مستحق ہیں۔ لیکن آنے والی دنیا کے مورخ انھیں جلال الدین افغانی، لینن اور ٹراٹسکی کی صف میں بٹھائے بغیر نہ رہے گا۔

سرفروشوں کی ضرورت

ہندو مسلم اتحادی دستہ کی تشکیل، ہندو مسلم اتحاد کی موجودگی اور علی گڑھ اور دیوبند کی درسگاہوں کے باہم رابطہ کی ضرورت آج اسی طرح موجود ہے۔ جس طرح مولانا کی ہجرت سے قبل یہ سکیمیں تشنہ تکمیل تھیں۔

اگر آپ کسی سفید فام انگریز کی لکھی ہوئی تعریف کے بغیر اس جلاوطن بزرگ کی سرفروشی

اور خدمت ملک کی سپرٹ کو سمجھ سکتے ہوں تو اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ مذکورہ امور کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہمارے نوجوان عہد کرلیں کہ جب تک ان اسکیموں کو شاندار صورت میں ظہور پذیر نہ دیکھ لیں گے تب تک چین سے نہ بیٹھیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر شہر اور ہر قصبہ میں تھوڑے تھوڑے بے لوث خدمت گذار بھی میدان میں آجائیں تو مجاہد ملت حضرت عبیداللہ سندھی کی یہ خواہشات بروئے کار آسکتی ہیں۔

بقیہ صفحہ ۴ سے آگے

تھی، دین اسلام کی فطری تعلیم کا تنبہ ہوا اور وہ اسلام لائے۔ پھر امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں عراق، شام اور مصر کی فتوحات ہوئیں وہاں کی حکومتوں کی شکست کے بعد وہاں کے عوام اپنے اختیار اور فطرت سالمہ کے لحاظ سے اسلام میں داخل ہوئے۔ یہ لوگ عرب نہ تھے مگر عرب کے قرب اور فطری تعلیم کے رسوخ کا یہ اثر نکلا کہ انھوں نے اپنی زبانیں بھلا دیں، اور قرآن حکیم کی زبان عربی کو اختیار کیا جس کے بعد وہ خلافت کے مراکز بننے کی صلاحیت رکھنے لگے اور آگے چل کر خلافت کے مراکز بنے اور یہ سارا دور کامل طور پر فطرت کے تنبہ کا دور تھا۔ اس کے بعد روم، فارس، توران اور ہند کو اسلام دین فطرت اور اس کی فطری تعلیم کا تنبہ ہوا۔ اور ان ممالک میں بھی فطری تعلیم پہنچ گئی، لیکن ان کی عرب سے دوری کی وجہ سے وہاں ثقافت کے لحاظ سے وہ اثر پیدا نہ ہوا، جو مصر، شام، اور عراق میں ہوا تھا اور وہاں قرآن حکیم کی فطری تعلیم قرآن پاک کے تراجم کے ذریعہ اثر انداز ہوئی۔ قرآن حکیم کی قسم اٹھا کر اس کو بطور شہادت پیش کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول تھے اور آپ کی تعلیم فطری تھی اور فطرت سلیمہ اس کو قبول کرتی ہے رسول فطرت کے تنبہ اور فطری تعلیم کی اشاعت کے لئے آتا ہے اور کتاب اللہ حضور اکرم کی فطری تعلیم ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا بتایا ہوا راستہ سیدھا ہے اور آپ صراط مستقیم پر چل رہے ہیں اور آپ کا بتایا ہوا دین اسلام عین فطرت ہے جس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔